OPEN ACCESS
ISSN (P): 2789-3820
ISSN (O): 2789-3839
Al-Āfāq Islamic Research Journal
http://alaafaqjournal.com/index.php/alaafaq/index
Vol. 04, Issue: 01, June-2024, PP: 158-169

اسلامی فلاحی ریاست کا تصور اور عمر بن عبد العزیزؒ کے دورِ حکومت میں رائج اصلاحات کا جائزہ

The Concept of Islamic Welfare State: A Review of Reforms during the Reign of Umar Ibn Abdul Aziz

***Hafiza Qudsia Ejaz**
Assistant Professor: Islamic Studies
Govt. Graduate College Township, Lahore, Pakistan
hafizaqudsiaejaz@gmail.com
****Dr. Sadia Gulzar**
Assistant Professor, Institute of Islamic Studies
University of the Punjab, Lahore, Pakistan
sadia.is@pu.edu.pk

Abstract:
The Islamic rule of Umar bin Abdul Aziz stands as an exemplary model of a Welfare State. During his leadership, he introduced significant economic reforms, eliminating corruption from the public treasury (Bait-ul-Mal) and holding corrupt officials accountable. He safeguarded the rights of dhimmis (non-Muslim citizens under Islamic rule) and relieved citizens from the burden of unnecessary taxes. Financial support, including scholarships, was provided to assist disadvantaged citizens, ensuring that the needs of both Muslims and non-Muslims were met with fairness. Justice was upheld for every social class, creating a period of remarkable economic prosperity. Despite his brief rule of just two and a half years, such was the societal well-being that there were no recipients for zakat; while people gave zakat, no one required it. This research paper seeks to underscore the importance of the welfare measures implemented by Umar bin Abdul Aziz in establishing a just and prosperous society, utilizing a narrative and analytical approach.

Keywords: *Welfare State, Umer Ibn Abdul Aziz, Economic Reforms, Zakah, Economic Prosperity.*

اجتماعی زندگی کے لیے ریاست کا وجود ناگزیز ہے۔انسان نے اپنی اجتماعی ترتیب و تہذیب کے لیے جو ادارے قائم کیے ہیں ان میں ریاست کاادارہ اہم اور بنیادی حیثیت کا حامل ہے ۔ اسلامی ریاست میں حکومت کے نمائندوں پر ذمہ داری عائد ہے کہ وہ فلاح عامہ کے لیے کام کریں۔ فلاح کے لغوی معنی ابن منظورؒ یوں بیان کرتے ہیں کہ فلاح فلح سے ماخوذ ہے جس کے معنی راہ پانااور کامیابی حاصل کرنا ہے۔[1] فلاحی مملکت سے مرادریاست میں بسنے والے تمام افراد کو سماجی و معاشی حقوق فراہم کرنا ہے ۔ انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا کا مقالہ نگار فلاحی ریاست کے بارے میں یوں بیان کرتے ہیں:

> *"Welfare state is a concept of government in which the state or a well-established network of social institutions plays a key role in the protection and promotion of the economic and social well-being of citizens. It is based on the principles of equality of opportunity, equitable distribution of wealth, and public responsibility for those unable to avail themselves of the minimal provisions for a good life. "*[2]

فلاحی ریاست ایک ایسا نظریہ حکومت ہے جس میں ریاست یا سماجی اداروں کا ایک مستحکم نظام شہریوں کی معاشی اور سماجی بہبود کی ترویج کے لئے بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔یہ مساوی مواقع، دولت کی عادلانہ تقسیم اور بہتر زندگی کے لئے بنیادی ضروریات کے حصول سے عاجزلوگوں کی مدد کو عوامی ذمہ داری بنانے پر منحصر ہے۔

فلاحی ریاست کے مرکزی نقوش دین اسلام سے حاصل کیے گئے ہیں کیونکہ یہ واحد دین ہے جو عقائد و عبادات کا مجموعہ ہونے کے علاوہ ایک معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی نظام سے متعارف کرواتا ہے۔ عصر حاضر میں فلاحی ریاست کی صورت محمد عمر چھاپڑا یوں بیان کرتے ہیں کہ اسلامی فلاحی ریاست اسلامی معاشرے کے بغیر ممکن نہیں جہاں پوری طرح معاشی، سیاسی، معاشرتی اور اخلاقی طور پر اسلام پر عمل کیا جائے۔ قرآن و سنت ماخذ ہوں اور معاشی وسائل اللہ کی بیان کردہ حدود میں رہتے ہوئے ان سے فوائد حاصل کیے جائیں۔[3]

اسلام نہ تو سرمایہ دارانہ نظام کے تحت قائم ہونے والے نظام کی طرح مادیت اور آزادی پر زور دیتا ہے نہ ہی سوشلزم کی طرح مخصوص طبقے کو صرف فراہمی مراعات پر زور دیتا ہے۔ بلکہ اسلام روحانی اور مادی لحاظ سے متوازن قوانین کا حامل ہے۔ الیاس احمد موجودہ مغربی فلاحی ریاست کے مجموعی اثرات سے بحث کرتے ہیں۔ مصنف نے موجودہ مغربی ذہن کے معاشی اور سیاسی نظریات کو نبی کریم ﷺ سے پہلے رہنے والے جاہل عربی معاشرے کی تاریخی تشریح سے ملتے جلتے نظریات قرار دیا ہے۔ اس لیے یہ نہ تو کوئی نیا نظریہ ہے اور نہ ہی فائدہ مند ہے اس لیے کہ اس میں بہت سے غیر اخلاقی قوانین موجود ہیں۔ نیز اسلامی فلاحی ریاست کا جمہوریت کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں۔[4] اسلامی فلاحی ریاست تمام انسانوں کے مذہبی، گروہی، لسانی اور امتیازات کے بغیر یکساں حقوق کی محافظ ہوتی ہے۔

اسلام اور مغرب کا فلاحی ریاست کا نظریہ

اسلام اور مغرب کے فلاحی ریاست کے نظریہ میں فرق پایا جاتا ہے جس کے اہم نقاط درج ذیل میں بیان کیے گئے ہیں:

1. اسلام میں فلاحی مملکت کے نظام کا طریقہ کار شریعت اسلامیہ کے روشنی میں متعین کیا جاتا ہے جو کہ وحی الٰہی پر مبنی ہے جب کہ مغرب میں فلاحی مملکت کے اصول معاشرتی اور معاشی تقاضوں کے مطابق ماہرین معاشیات اور سماجیات نے متعین کیے ہیں۔
2. اسلامی فلاحی ریاست میں افراد کی معاشی خوشحالی کے ساتھ اُخروی فلاح کو بھی مد نظر رکھا جاتا ہے جب کہ مغرب میں افراد کی محض دُنیاوی خوشحالی اور ترقی کے لیے کوششیں کی جاتی ہیں۔
3. اسلامی فلاحی ریاست میں افراد کی مادی خوشحالی کے ساتھ ان کی دینی فعالیت میں بھی اضافہ کا اہتمام کیا جاتا ہے جب کے مغرب افراد کی محض مادی ترقی کا خواہاں ہے۔

مدینہ میں ریاست کی بنیاد نبی ﷺ نے رکھی۔ آپ ﷺ کی حیثیت سب کے نزدیک مسلم تھی۔ نبی ﷺ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے بعد اپنے پہلے خطبہ میں توحید، تقویٰ، ذکر الٰہی، جہاد، فکر آخرت کی تلقین فرمائی اور نفس کی پیروی سے منع فرمایا۔[5] گویا پہلے خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی واحدنیت، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے، اس کی یاد، اس کے دین کی سربلندی، آخرت کی فکر اور اپنی مرضی سے باز رہنے کا درس دیا۔ مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا ذکر نہ کرکے اپنی اعلیٰ ظرفی اور صبر و استقامت کی شان کو واضح کیا کیونکہ تکلیفیں اور پریشانیاں دین کی سر بلندی کی راہ میں اہمیت نہیں رکھتیں۔ آپ ﷺ نے پورے رعب و دبدبے کے ساتھ ریاست مدینہ میں اسلامی فلاحی مملکت کی بنیاد رکھی۔ فلاحی ریاست میں معاشرے کے پسماندہ طبقات کی خوشحالی کے لیے اقدامات کیے۔ ارشاد نبوی ﷺ سے امیر ریاست کی ذمہ داری واضح ہو تی ہے۔((من ترک مالا فلوشه ومن ترک كلا فالينا۔[6] "جس نے مال چھوڑا وہ وارثوں کا ہے اور جو شخص قرض یا محتاج اہل و عیال چھوڑ جائے تو وہ ہمارے ذمہ ہے۔)) زاہد الراشدی لکھتے ہیں کہ (مجھ پر) کا لفظ تاریخ میں پہلی مرتبہ بولا گیا کہ کسی ریاست کے حکمران نے یہ ذمہ داری اٹھائی ہو کہ سوسائٹی اور معاشرے کے افراد میرے ذمے ہیں اس لیے یہاں سے ایک رفاہی ریاست کا آغاز ہوا۔[7]

نبی ﷺ بیت المال کے ذرائع آمدن افراد کی فلاح و بہبود پر خرچ فرماتے۔ کبھی کسی کو کسی بھی طرح کی مدد کی ضرورت ہوتی خواہ وہ سفر کی سواری ہو، کسی کفارہ یا دیت کی ادائیگی آپ ﷺ اس شخص کے کام اپنے ذمہ لے لیتے۔ نبی کریم ﷺ نے جو فلاحی ریاست کا ایک نمونہ پیش کیا اس پر وسیع پیمانے پر کام خلفاء راشدین نے کیا۔ عہد صدیقی میں اس پر عمل کرنے کی کوشش کی جاتی رہی اور عہد فاروقی فلاحی ریاست کی ایک روشن مثال ہے۔ عہد عثمانی اور عہد مرتضوی میں اس کو دہرایا گیا۔ یہ اسلامی فلاحی ریاست کی بنیادیں ہیں جس پر خلفائے راشدین کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ بھی اس فہرست میں شامل ہوئے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا دور خلافت میں اقتصادی، سیاسی اور قانونی اصلاحات ہوئیں۔ حافظ ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ایک خواب بیان کیا ہے کہ میں نے آج رات میں خواب دیکھا کہ ایک سرسبز میدان میں زبرجد کا ایک محل ہے اور ایک بڑی مخلوق اس کے ارد گرد موجود ہے۔ یکایک پکار ہوئی سب سے پہلے آنحضرت ﷺ داخل ہوئے اس کے بعد دوسری پکار پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے، تیسری پکار پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، چوتھی پکار پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور پانچویں پکار پر حضرت علی رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور چھٹی بار میرا نام لے کر پکارا گیا تو میں بھی اس محل میں داخل ہوا۔ خلفاء راشدین دائیں بائیں سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس وقت مجھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں جگہ دی گئی۔ [8]

ابو سفیان ثوری فرماتے ہیں: خلفاء راشدین پانچ ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی خلافت ایک طرح سے خلافت راشدہ کا احیاء اور اسلامی تہذیب و ثقافت اور قرآنی احکام اور سنت رسول اللہ ﷺ اور اسلامی تعلیمات کی اشاعت ثانیہ کا دور کہلاتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا دور پانچویں خلیفہ راشد کا عہد کہلاتا ہے۔ [9]

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کے لیے فکر مند رہتے۔ ان کی بیوی حضرت فاطمہؒ کا بیان ہے کہ ایک روز وہ جائے نماز پر بیٹھ کر رو رہے تھے میں نے پوچھا کہ امیر المومنین کیا ہوا؟ آپؒ کیوں رو رہے ہیں؟ تو کہنے لگے فاطمہ مجھے اس اُمت کے امور سپرد کر دیئے گئے ہیں اور میں ان کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان ہوا جاتا ہوں۔ بھوک سے پریشان حال فقیروں، بزرگ مریضوں، بے کس تنگدستوں، محتاجوں، بے نوا یتیموں اور نادار بیواؤں کا غم مجھے کھائے جارہا ہے۔ اس طرح بوڑھے نادار، کثیر العیال، قلیل المال، مظلوم، مقہور، غریب و اسیر لوگوں کا درد مجھے پریشان کیے ہوئے ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اگر میں ان کا تسلی بخش مداوانہ کر سکا تو قیامت کے دن خدا کو کیا جواب دوں گا؟ یہی تمام امور سوچ سوچ کر اپنی بے بسی پر روتا ہوں۔ اللہ میری مدد کرے کہ میں اس کی مخلوق کی پوری طرح خبر گیری کر سکوں۔ [10]

سیلمان کی وفات کے بعد صفر 99ھ میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ تخت نشین ہوئے۔ آپؒ مشہور اموی فرمانروا مروان بن حکم کے پوتے تھے۔ باپ کا نام عبد العزیز تھا۔ آپؒ کی ماں اُم عاصم، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں۔ اس لیے آپؒ کی رگوں میں فاروقی خون بھی شامل تھا۔ عبد العزیز خاندان شاہی کے ممتاز رُکن تھے۔ عبد الملک کے بھتیجے اور داماد تھے۔ اکیس سال تک مصر کے گورنر رہے۔ اس لیے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی پرورش تمول و ثروت اور عیش و نعم کے گہوارے میں ہوئی۔ ان کی تعلیم و تربیت مشہور محدث صالح بن کیانؒ کی نگرانی میں ہوئی۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فطرتاً صالح تھے۔ علمی حیثیت سے انہوں نے بہت سے کام سرانجام دیئے جو تاریخ اسلام میں یاد رکھے جائیں گے۔ مدینہ کی گورنری کو اس شرط کے ساتھ قبول کیا کہ وہ دوسرے عمال کی طرح ظلم نہ کریں گے۔ [11]

خلیفہ ولید اوّل نے 87ھ میں آپؒ کو حجاز کا عامل مقرر کیا۔ مدینہ میں مقیم ہوئے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے مدینہ میں آتے ہی دس متقی

ماہرین حدیث کی ایک مجلس شوریٰ بنائی۔ جس سے وہ ہر اہم معاملے میں مشورہ لیتے تھے۔ انہوں نے اس کے ارکان کو اس بات میں بھی کامل اختیار دے دیا تھا کہ وہ ان کے ماتحت عمال کی کڑی نگرانی کرتے رہیں۔ ان کی حکومت کئی اور طریقوں سے بھی رعایا کی فلاح و بہبود کی ضامن تھی کیونکہ حجاج بن یوسف کے ظلم سے تنگ آ کر بھاگ کر لوگوں نے حرمین میں پناہ لینی شروع کر دی تھی۔ آپؒ لوگوں کو پناہ دیتے تھے۔ حجاج بن یوسف کے اصرار پر ان کو 93ھ میں واپس بلایا گیا۔

مدینہ میں بحیثیت عامل جب تک مقرر رہے انہوں نے اسلام کی بقاء و سلامتی کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ چھوڑا۔ مدینہ کی گورنری کے زمانے میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے بہت سی اصلاحات کیں اور بہت سے مفید کام کیے۔ ان سب میں ناقابل فراموش کام مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر اور تزئین و آرائش تھی۔ 88ھ میں ولید نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو لکھا کہ مسجد نئے سرے سے تعمیر کی جائے۔ متصل ازواج مطہرات کے حجرات اور دیگر مکانات کو ان کا معاوضہ دے کر ان کو مسجد میں شامل کر لیا جائے۔ نیز قیصر روم کو خط لکھ کر بہت سے رومی کاریگر بلائے گئے ہر قسم کا تعمیری سامان جمع کیا گیا۔ اہتمام کے ساتھ تین سالوں میں عمارت بن کر تیار ہوئی۔[12] حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے عہد گورنری میں اطراف مدینہ میں بہت سی مساجد بنوائیں اور ان کو منقش پتھروں سے تعمیر کروایا۔[13] رفاہ عامہ کے لیے ولید کے حکم سے مدینہ میں بہت سے کنویں کھدوائے اور دشوار گزار پہاڑی راستے درست کروائے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز بن مروان 10 صفر 99ھ کو حکمران بنے۔ ان کے دور میں بہت سی بد عنوانیاں ختم ہوئیں اور دینداری، تقویٰ اور شعائر دین کا احترام رعایا میں پیدا ہوا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے خلافت پر آتے ہی سب سے پہلے خلافت کے نظام معیشت کو درست بنیادوں پر استوار کیا۔ فلاحی ریاست کے ضمن میں اہم اقدامات کیے جن کو ذیل میں ذکر کیا گیا ہے۔

1۔ فلاح عامہ:

اسلامی فلاحی مملکت میں فلاح عامہ کی ذمہ داری حاکم وقت پر عائد کی گئی ہے۔ دارالاسلام کے حدود کے اندر بسنے والے ہر شہری کو بنیادی ضروریات زندگی مثلاً غذا، لباس، رہائش اور علاج معالجہ کی سہولیات بلا تخصیص فراہم کرنے کی ذمہ داری ریاست پر عائد کی گئی ہے۔ اسلامی ریاست میں حکمران کو عوام کی ضروریات پوری کرنے کا پابند بنایا گیا ہے اور اس فرض کی عدم ادائیگی کی صورت میں اسے دوزخ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

> إن احب الناس إلى الله يوم القيامة ، وادناهم منه مجلسا إمام عادل ، وابغض الناس إلى الله ، وابعدهم منه مجلسا إمام جائر[14]
>
> قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب اور اس کے سب سے زیادہ قریب عادل حکمران ہوگا اور سب سے زیادہ مبغوض اور اُس سے زیادہ دور ظالم حکمران ہوگا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے فرمایا:

> لو مات جمل ضياعاً على شط الفرات لخشيت ان يسالنى الله عنه[15]
>
> اگر کوئی اونٹ ساحل فرات پر ضائع ہو کے مر جائے تو مجھے اندیشہ ہے کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ اس معاملے کی بھی باز پرس کرے گا۔

اسلامی فلاحی مملکت میں عوام کو بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی اور عدل اجتماعی کا قیام حکومت کی ذمہ داری ہے تاکہ معاشرے کے تمام افراد ریاست کی معاشی پالیسیوں سے مستفید ہو سکیں۔ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کی معاشی پالیسیوں میں عوام کی فلاح و بہبود کو اوّلین ترجیح حاصل ہونے کی وجہ سے عوام معاشی طور پر خوشحال تھی۔ نبی ﷺ عوام کے مالی وسائل کو ذاتی استعمال میں نہ لاتے تھے بلکہ ان

کے پاس جو کچھ ہوتا غرباء کی اعانت پر خرچ کر دیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا"اگر میرے پاس اُحد کا پہاڑ بھی ہو تو تین اشرفیوں کے سوا سارا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دوں۔" 16 سیرت طیبہ ﷺ پر چلتے ہوئے خلفائے راشدین اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے بھی معاشی عدل کے قیام کو یقینی بنایا جس سے معیشت کی خوشحالی ممکن ہوئی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد میں اس قدر آسودگی اور خوشحالی تھی ان کی وسیع اسلامی مملکت میں زکوۃ لینے والے نہ تھے اور غریب سے غریب بھی زکوۃ ادا کرنے کے قابل ہو گئے تھے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فلاح عامہ کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات کیے؛

i۔ وظائف کا اجراء

بیت المال کو عامۃ المسلمین کی مشترکہ امانت بنا دیا اور اس کا کل سرمایہ ان کی ضرورت کے لیے وقف کر دیا۔ بیت المال کی آمدنی کا بڑا حصّہ خالص رعایا کے مفاد کے کاموں میں صرف کیا جاتا تھا۔ ملک میں جتنے اپاہج تھے سب کے اسماء رجسٹر پر درج تھے ان سب کو وظیفہ ملتا تھا۔[17] اکثر لوگوں کو نقد کے بجائے اجناس ملتی تھی۔ چنانچہ بعض جماعتوں کو فی کس ساڑھے چار ارب کے حساب سے غلہ ملتا تھا۔ شیر خوار بچوں کے لیے وظائف، عام لنگر خانہ، مستحقین کو صدقات و خیرات تقسیم ہوتے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے دور دراز علاقوں کے غرباء کے لیے معاشی انتظام پر زور دیا۔ صاحب طبقات نے لکھا ہے عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے گورنر ابو بکر بن حزم کو یہ حکم دیا کہ تاجر قبیلے کے علاوہ تمام مسلمانوں کا وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔ اسی طرح ایک مرتبہ اعلان فرمایا:

اکتبولنا کل منفوس نفرض له [18]

یعنی زندہ انسانوں کی لسٹ پیش کر دو تاکہ ہم سب کا وظیفہ مقرر کر دیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ شیر خوار بچے کا وظیفہ دس دینار سرخ (سو درہم) جاری فرماتے اور رجسٹر میں بچے کا نام درج کرنے کا حکم دیتے۔ آپؒ بوڑھی اور ضعیف عورتوں کا خیال رکھتے اور ان کی حاجت روائی کرتے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے عامل یمن کو لکھا کہ تم جو مال یمن سے وصول کرو اس کو وہاں کے فقراء و مساکین میں تقسیم کرو۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دور میں امام زہری، حضرت حسن بصری اور حضرت ابن سیرین وغیرہ کے لیے وظائف مقرر تھے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے علم سنت، علم قرآن، علم فقہ پر سو دینار سالانہ مستقل وظیفہ حضرت عمر بن عبد لعزیزؒ کے حکم سے ہر ایک عالم و قاری کے لیے جاری تھا۔[19]

ii۔ اپاہجوں کے لیے خادم کی سہولت:

اندھوں کی رہنمائی اور اپاہجوں کی خدمت کے لیے آدمی مقرر کیے۔ آپؒ نے ہر دو اپاہجوں کے لیے ایک خادم اور اندھے کے لیے ایک مستقل خادم مقرر کیا۔

iii۔ ذمی ضعفاء و مساکین کی امداد:

خلفائے اسلام نے ذمیوں اور غیر مسلم رعایا کے ساتھ لطف و کرم اور رحمدلی کا سلوک کیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے دور خلافت میں عدی بن ارطاۃ والی بصرہ کو لکھا کہ اہل ذمہ سے خراج وصول کرنے میں شفقت اور نرمی سے کام لو اور ان میں سے کوئی شخص مفلس یا معذور یا بوڑھا ہو جائے اور اس کے پاس دولت کے حصول کا کوئی ذریعہ نہ رہ جائے تو تم پر بیت المال سے اس کے پورے مصارف کا انتظام لازم ہے۔[20] اسی طرح آپؒ نے عراق، کوفہ اور بصرہ کے حکام کے نام فرمان بھیجا کہ بیت المال کی رقم سے ان غیر مسلم رعایا کی امداد کرو جو ہمیں جزیہ دیتے ہیں اور کسی تنگی و پریشانی کے سبب اپنی زمینوں کو آباد نہیں کر سکتے تو ان کو ضرورت کے مطابق قرض دو تاکہ وہ زمین کو آباد کرنے کا سامان کر لیں۔ بیل خرید لیں اور تخم ریزی کا انتظام کر لیں اور یہ بھی بتا دو ہم اس قرض کو اس سال نہیں لیں گے بلکہ سال دو سال بعد لیں گے تاکہ وہ اپنا

کام اچھی طرح سرانجام دیں لیں۔[21] ابن سعد نے نقل کیا ہے آپؒ کی خلافت کے جانب سے غیر اقوام کے مذہبی لوگوں کی بھی امداد کی جاتی تھی۔[22]

iv۔ سرکاری لنگر خانوں اور مہمان خانوں کا قیام:

حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور میں مسافروں اور مستحق اصحاب بھی اپنا حق لیتے۔ مہمان خانے کا خرچہ بھی بیت المال کے ذمے تھا۔ خراسان کے عامل کو لکھا کہ وہاں کے تمام راستوں میں سرائیں تعمیر کروائی جائیں۔ سمرقند کے والی سلیمان بن ابی السریؒ کے پاس حکم دیا کہ وہاں شہروں میں سرائیں تعمیر کراؤ۔ مسافروں اور مریضوں کی مہمان نوازی اور عیادت کرو۔ عام لنگر خانہ قائم کیا جائے۔[23] مسافروں کے لیے جہاں سرائیں قائم کرنے کا حکم دیا وہاں سواری کے جانور کا خیال ہلاک یا گمشدہ ہونے کی صورت میں نئے جانور کی فراہمی یقینی بنانے کا فرمان جاری کیا گیا تاکہ آسانی سے منزل کی طرف پہنچا جاسکے۔ اسی طرح آپؒ کے عہد مبارک میں بیت المال کی طرف سے مسکینوں، مسافروں، معذوروں کے لیے لنگر خانے کا انتظام تھا۔

v۔ عوام کے قرضوں کی ادائیگی کی ذمہ داری:

اسلامی فلاحی مملکت میں افراد کی زندگی میں اس کی کفالت کا انتظام اور اس کے مرنے کے بعد بھی اُس کی جانب سے رہ جانے والی ذمہ داریوں کی ادائیگی ضروری قرار دی۔ زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کیے گئے ہیں جن میں سے ایک غارمین ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

> انَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ[24]
>
> صدقات (زکوۃ و خیرات) صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان لوگوں کے لیے جن کی دل جوئی مقصود ہوتی ہے اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے، فرض ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب علم وحکمت والا ہے۔

مقروض کی قرض کی ادائیگی کے لیے یہ ضروری ہے کہ معصیت کے کاموں اور اسراف و تبذیر کے لیے قرض نہ لیا گیا ہو۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ "جو مقروض قرض ادا نہ کر سکے گا اس کا قرض ریاست (حکومت) ادا کرے گی۔"[25] نبی ﷺ سے تربیت یافتہ خلفائے راشدین نے اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا فرمائیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ بنیادی ضروریات زندگی کے ساتھ ساتھ اپنے قرض داروں کو ان کے قرض کے لیے رقم کی فراہمی باہم پہنچانے کا کہا گیا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کے پاس گھر، نوکر، گھوڑا اور گھریلو سامان سب کچھ ہے اور اس پر قرض بھی ہے کیا اب اس کا بھی قرض اتار دیا جائے؟ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ جواب میں لکھتے ہیں مسلمان کے لیے ایک گھر کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ سر چھپا سکے۔ خادم کا ہونا بھی ضروری ہے جو کاموں میں اس کا ہاتھ بٹا سکے۔ گھوڑے کا ہونا بھی ضروری ہے جو سواری کا کام دے سکے اور گھریلو سامان کا ہونا بھی ضروری ہے۔ ان چیزوں کے باوجود اس کا شمار قرض داروں میں ہے اس لیے اس کا قرض اتارا جائے۔26 حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے عہد میں بیت المال کے اندر " سہم الغارمین" کے نام سے ایک مخصوص عنوان مقرر تھا جہاں سے تمام مقروض افراد کا قرض ادا کیا جاتا تھا۔

vi۔ تنگ دست نوجوانوں کے نکاح کا انتظام:

عصر حاضر میں افراد معاشرے غربت کا شکار ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاقی خرابیوں میں بھی مبتلا ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں جرائم اور بے حیائی کی شرح بڑھ رہی ہے۔ مغربی معاشروں میں بغیر شادی کے ازواجی تعلقات اور ہم جنس پرستوں کو رشتہ ازواج میں منسلک کیا جا رہا ہے۔ یہ بے

حیائی اسلامی معاشروں کا بھی رخ کر چکی ہے۔ معاشرتی اصلاح کے لیے ایک ضروری اقدام یہ ہے کہ بے نکاح افراد کو رشتہ ازواج میں منسلک کیا جائے۔ نکاح بری نگاہوں سے محفوظ رکھنے میں معاون ہوتا ہے اور عفت و پاکیزگی کو برقرار رکھتا ہے۔ ہے۔ نکاح سے انسانی اذہان و قلوب کا تزکیہ اور تقوی و طہارت کا حصول ہوتا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اس ضمن میں عملی اقدامات کیے۔ جب بیت المال میں رقم کی فراوانی ہوئی تو عراق کے حاکموں نے کثرت اموال کی اطلاع کی اس رقم کو کہاں صرف کریں۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا کہ اس رقم سے اپنے صوبے، اضلاع اور دیہات کے ان نوجوانوں کی شادی کروادو جو خرچ کی تنگی سے شادی نہ کر سکتے ہوں۔ چنانچہ تمام نوجوانوں کو شادی کا خرچہ مع رقم دے دیا گیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ یہ رقم ان کے لیے ہے جن کے پاس موت نہیں ہے۔ مسلمانوں کے بیت المال سے عورت ایک اور لانے اور عیش و عشرت اڑانے کی اجازت نہیں دے سکتا ہے۔[27]

vii۔ اشیاء کی فراہمی اور قیمتوں پر کنٹرول:

آپؒ کے دور میں کسی قحط کا ذکر نہیں ملتا لیکن قسطنطنیہ میں بری و بحری لشکر موجود تھا جس کی وجہ سے اشیاء کی گرانی اور قحط و مشقت پیش رہی تھی۔ آپؒ نے اہل قسطنطنیہ سے مصالحت کر لی۔[28] تاجروں کے منافع کی حد لگادی کہ وہ حد سے زیادہ منافع نہ لیں۔ زمین کے ٹیکس (عشر) کے علاوہ تخفیف کر دی گئی۔[29] حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دور میں عوام کی فلاح و بہبود کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ افراد معاشرہ کی ضروریات کو بطریق احسن پورا کیا گیا۔ جس سے معیشت میں خوشحالی آئی۔ عہد خلافت کے آخری دور میں یہ حال ہو گیا تھا کہ لوگ زکوۃ کی رقموں کو لے کر آتے کہ جس کو مناسب سمجھا جائے دے دیا جائے، لیکن بیت المال بھی قبول نہ کرتا اور لینے والے بھی نہ ملتے۔ حافظ ابن کثیر، علامہ سیوطی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے ایک صاحب ذاتی طور پر اپنی زکوۃ کی تقسیم و حوالگی کے لیے رات کے اندھیرے میں نکلے اور گلیوں میں پھرتے رہے کہ کوئی اجنبی مسافر نکلے تو اسے زکوۃ بتا کر دے دی جائے۔ اتفاق سے ایک آدمی نظر آ گیا انہوں نے غنیمت جانا اسے جیب میں سے ایک تھیلی نکال کر دینا چاہی تو اس آدمی نے بھی ایک تھیلی پیش کی اور کہا کہ میں بھی اسی خیال سے نکلا ہوں تاکہ کوئی مستحق ملے تو زکوۃ کی یہ رقم اسے دے دوں۔[30]

یحییٰ بن سعد گورنر افریقہ بیان کرتے ہیں میں افریقہ کے مالیات تحصیل وصول پر مقرر تھا لیکن جب میں نے زکوۃ کے لئے مستحقین کو تلاش کیا تو مجھے ایک بھی شخص محتاج و فقیر و مسکین نہ ملا جس کو زکوۃ دی جا سکے کیونکہ سب غنی و خوش حال تھے آخر میں نے کچھ غلام خرید کر آزاد کر دیئے ان کے الفاظ یہ ہیں:

فلم نجد فيها فقيرا ولم نجد من يا خذ ها مني قداغنى عمر بن عبدالعزيز الناس۔[31]

گویا کہ عادلانہ نظام کے سبب خوش حالی، معاشی استحکام پیدا ہو چکا ہے اور یہ لوگوں میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی وجہ سے ہوا ہے۔ عمر ثانیؒ کی اصلاحات کی روشنی میں عوام کی فلاح و بہبود کے لیے یہ ضروری ہے کہ سرکاری سطح پر زکوۃ کو امراء سے لازمی طور پر وصول کیا جائے۔ نیز ایسی تبلیغی مساعی کا انعقاد کیا جائے جس میں جید علمائے کرام اپنا کردار ادا کریں اور مال دار طبقے کو دُنیا کی بے ثباتی کے متعلق بتائیں اور انھیں زکوۃ اور زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی تلقین کریں۔ یہ تمام صدقات و خیرات سرکاری بیت المال میں جمع ہوں جسے حکومت شفاف انداز میں عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کرے۔

viii. **تعلیمی اصلاحی اقدامات:**

لوگوں کی ہدایت کے لیے تمام ممالک میں واعظ اور مفتی مقرر کیے۔ بہت سے ممالک کے لوگوں کی تعلیم کے لیے خود متعدد علماء کو روانہ کیا۔ امام نافعؒ مدینہ کے فقہیہ تھے ان کو مصر بھیجا تا کہ وہاں کے لوگوں کو علم حدیث کی تعلیم دیں۔ جعثل بن عاھانؒ جو قراء میں تھے ان کو مصر سے دوسری جگہ بھیجا کہ لوگوں کو قراءت کی تعلیم دیں۔ دیہاتوں کی تعلیم وتربیت کے لیے یزید بن ابی مالک دمشقی اور حارث بن یمجد الاشعریؒ کو متعین کیا اور ان کے وظیفے مقرر کیے۔ افتاء کی خدمت میں متعدد لوگ مامور تھے۔ طلباء کے وظائف بھی مقرر کیے۔ احادیث کی تدوین و ترتیب کے لیے آپؒ کی سعی و کوشش نہایت قابل ذکر ہے۔ نہ صرف آپؒ نے علم کی اشاعت کی کوششوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا بلکہ وہ افراد جو اس مقدس کام میں مصروف تھے ان کے لیے فرمان تھا کہ ان کو فکر معاش وضروریات سے بالکل بے نیاز کر دیا جائے۔[32] یونانی تصنیفات کو عربی زبان میں شائع کروایا۔

2۔ بدعنوانی کا خاتمہ:

معاشی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے سرانجام دینے کے لیے قرآن حکیم میں بددیانتی سے منع کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْا اَمَانَاتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ[33]

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے خیانت نہ کرو اور آپس کی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو حالانکہ تم جانتے ہو۔

اسی طرح نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

کوئی بندہ ایسا نہیں جس کو اللہ تعالیٰ ایک رعیت دے دے، پھر وہ مرے اس حال میں کہ وہ اپنی رعیت کے حقوق میں خیانت کرتا ہو، مگر اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔[34]

اموی خلیفہ سلیمان بن عبد اللہ کی تجہیز و تکفین کے بعد جب واپس آنے لگے تو بطور خلیفہ آپ کو شاہی سواریاں پیش کی گئیں لیکن عمر بن عبد العزیزؒ نے یہ کہہ کر واپس کر دیں کہ میرے لیے میرا خچر ہی کافی ہے۔ نہ ہی شاہی پروٹول لیا اور نہ ہی قیصر شاہی میں قیام کو ترجیح دی اور نہ ہی غیر استعمال شدہ چیزوں پر حق جتلایا بلکہ خلیفہ کی تمام چھوڑی ہوئی اشیاء کو بیت المال میں جمع کروادیا۔ خطبہ خلافت میں بھی اللہ کے فیصلوں کو ذاتی فیصلوں پر مقدم گردانا اور حکام کو تلقین کی کہ وہ مال بچا کر نہ رکھیں بلکہ جہاں صرف کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں خرچ کریں۔[35]

آپؒ نے احتساب کا کام بنو امیہ یعنی اپنے خاندان سے شروع کیا۔ اموی حکومت کو خلافت راشدہ میں بدلنا چاہتے تھے، غصب شدہ مال و جائیداد کی واپسی، شاہی خاندان اور امرا کو پیش کیے گئے سابقہ حکام کے ناجائز تحائف وغیرہ کو اصل مالکوں کو واپس کرنا انہوں نے اپنے اوپر فرض کر لیا تھا۔ اسی طرح آپؒ نے عراق کی غصب شدہ زمین کو اہل حقوق کو واپس کرنے کا حکم دیا۔ عبد الرحمن بن زید نے اپنے والد سے روایت کی کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے اپنے عمال فرمان میں تین باتوں کی تلقین فرماتے: مظلوم کے حقوق کی واپسی، احیاء سنت (بدعت کے خاتمے) اور مسلمانوں کے درمیان مال کی تقسیم۔[36] آپؒ نے اپنے منصب کے مطابق شان و شوکت لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ چھ سو (تین سو پہرہ دار اور تین سو پولیس) سے بے نیاز ہو گئے اور کہا کہ تقدیر میری محافظ اور میری موت نگران ہے۔ عمال کی تنخواہیں نہایت فیاضی کے ساتھ مقرر کیں۔ فرماتے کہ میں چاہتا ہوں کہ ان کو معاش اور اہل وعیال کے جھگڑوں سے فارغ کر دوں۔[37] حضرت عمر بن عبد العزیز نے سرکاری خزانہ کو عامۃ المسلمین کا حق قرار دیا اسی طرح سابقہ خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کی تمام اشیاء بیت المال میں جمع کروا دی۔ اسی طرح غصب کردہ مال و جائیداد جو اموی خاندان نے اپنی ملکیت بنالی تھیں انہیں واپس بیت المال میں جمع کروانے کا حکم دیا۔[38] باغ فدک کو نبی کریم

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے عہد میں جس کیفیت میں تھا اس پر واپس لوٹا دیا۔
اگر کوئی تحفہ آپؒ کے پاس بطور خلیفہ آ جاتا تو اس کی رقم بیت المال میں جمع کروا دیتے اور کہتے کہ یہ سرکاری منصب کی وجہ سے آیا ہے۔ سرکاری خزانہ کو ذاتی ضروریات پر خرچ کرنے کی بجائے عوام کی فلاح و بہبود کو ترجیح دی۔ صاحب طبقات نے لکھا ہے رات میں حکومت کا کام کرتے تو حکومت کی شمع استعمال کرتے اور اگر کسی ذاتی ضرورت کیلئے ہوتا تو اپنا ذاتی شمعدان جلا کر اس کی روشنی میں لکھتے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی سادگی کا عجیب عالم تھا جب آپؒ تخت نشین ہوئے تو شاہی غلیچوں، قالینوں، گدوں، شطرنجوں اور مسندوں میں سے کسی کو بھی ہاتھ نہیں لگایا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کی زندگی سادگی سے عبارت تھی کبھی شاہی سواری نہ استعمال کی۔ کبھی ایک کپڑے سے زیادہ کپڑے استعمال نہ کیے، خلافت کے بعد غذا بہت سادہ اور معمولی استعمال کی کبھی دستر خوان پر ایک سے زیادہ کھانے جمع نہ ہونے دیئے نہ صرف خود بلکہ اپنے اہل خانہ پر اس کا اثر دیکھنا چاہتے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے عہد مبارک تک بیت المال سے شاہی سفر یا دوسرے ممالک کے وزراء سلطنت کی آمد پر نہ کھانے پینے میں اسراف ہوتا اور نہ عوام کی دولت کو بے دریغ خرچ کیا جاتا۔[39] فلاحی ریاست کے ضمن میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے احتساب کا آغاز اپنے خاندان سے کیا۔ مظلوم کو اُس کا حق دلایا۔ شاہانہ کی بجائے زہد پر مبنی زندگی کو ترجیح دیا۔ تاہم آپؒ نے اپنے عمال کی تنخواہیں فیاضی سے مقرر کیں تاکہ ان کی ضروریات پوری ہوتی رہیں اور بدعنوانی کے کاموں میں ملوث نہ ہوں۔ عمال کو بچت کی بجائے عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کرنے کی ترغیب دی۔ آپؒ نے زکوۃ کی تقسیم کے نظام، عمال کے احتساب اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا جس سے معاشرہ خوشحالی کی طرف رواں دواں ہوا۔

3۔ عمال کی اصلاح:

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے عمال کی بھی اصلاح فرمائی۔ فارس کے حکام کے بارے میں بھی آپؒ کو شکایت موصول ہوئی کہ وہ من مانی طریقے سے نرخ وصول کر لیتے ہیں۔ آپؒ نے نہ صرف زائد رقم ادا کرنے کا حکم دیا بلکہ آئندہ اس کو ایسا دوبارہ کرنے سے روکا۔ اسی طرح عامل یمن عروہ بن محمد کو وصول خراج کے بارے میں ہدایات مہیا کی۔ بنی امیہ کے زمانے میں رعایا پر مختلف ٹیکس لگے ہوئے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے خلیفہ ہونے کے بعد حکم دیا کہ غیر ضروری ٹیکسوں کو ختم کیا جائے۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اپنے عمال کو لکھا کرتے تھے غصہ کے وقت کسی کو سزا نہ دو۔ بلکہ اسے قید خانہ بھیجو اور جب غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو اس کو قید سے نکال کر سزا دو:

فعاقبه على قدر ذنبه ولا تجاوز به خمسة عشر سوطا۔[40]

اس کے جرم کی مقدار کے مطابق سزا دو لیکن پندرہ کوڑوں سے کسی حال میں بھی زیادہ نہ ہو۔

عدی بن ارطاۃ گورنر بصرہ نے خط لکھا کہ یہاں لوگ سرکاری خراج دیتے نہیں جب تک ان لوگوں کو اذیت نہ دی جائے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے جواب دیا سخت تعجب کی بات ہے تم مجھ سے انسانوں کے عذاب دینے کے بارے میں اجازت کے طالب ہو۔ جس وقت تم کو میرا یہ خط ملے اس وقت تم یہ کرو جو شخص اپنے ذمہ کا خراج دے دے اسی سے لے لو ورنہ اس سے قسم دے کر چھوڑ دو۔[41] محاسبہ کے بارے میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ بہت کھرے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عمر بن عبد العزیزؒ بھی اپنے عمال و حکام کے حالات کا پتا لگایا کرتے تھے۔ جب کسی عامل کے متعلق رعایا کی تعریف اور خوشی معلوم کرتے تو خبر لانے والے سے کہتے الحمدالله على ذالك لواخبرتنى بغير هذاالعزلتهم ولم استعن بهم بعد ابدا۔[42] لیکن اگر اس کے برعکس اطلاع دیتے یعنی عامل کی زیادتی اور رعایا کی بے اطمینانی کی خبر ملتی تو میں ایسے عامل کو فوراً معزول کر دیتا اور پھر ایسے عامل کو حکومت میں آئندہ کوئی عہدہ نہ دیتا، آپؒ نے مصر کے عامل اسامہ بن زید تنوخی اور

افریقہ کے یزید بن ابی مسلم کو معزول کیا کیونکہ یہ ظالم تھے۔

الغرض آپؒ نے عوام کے حقوق کی مراعات اور مظالم کی تلافی کے لیے بڑی سعی فرمائی۔

خلاصہ بحث

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دور میں خیر وبرکت، رعایا کی خوشحالی، بیت المال کی وسعت اور کثرت مال و دولت کا سلسلہ جاری ہوا۔ ان کے مبارک عہد میں مسلم و غیر مسلم کی ضروریات کا انتظام کیا گیا۔ مستحقین کے لیے وظائف کا اجراء کیا گیا۔ مہمان خانے، لنگر خانے اور مسافر خانے بنائے گئے۔ بیت المال سے تنگدست افراد کی شادی کے اخراجات، قرض کی ادائیگی، کاشتکار کے بیل بیج اور دیگر اہل حاجت کی حاجات میں معقول مدد کی جاتی۔ بصرہ و عراق کے دوسرے تمام علاقوں میں لوگوں کی ضروریات کا معقول انتظام ہونے کی وجہ سے بیت المال آباد و معمور رہتا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی مالی اصلاحات اور نظام حکومت میں شرعی و اخلاقی پابندیوں کے سبب ملک میں ہر جگہ خوشحالی عام ہوگئی۔ پھر ایسا وقت آیا کہ بیت المال میں گنجائش نہ رہی اور لینے والے ہاتھ باقی نہ رہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سرکاری اشیاء یا وہ اشیاء جو رفاہ عامہ کے لیے مخصوص ہوتیں ذاتی اغراض یا اپنے اعزہ کے لیے استعمال میں نہ لاتے تھے۔ مظالم کے انسداد، ناجائز ٹیکسوں کی منسوخی، ذمیوں کے ساتھ مراعات اور زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کے عمدہ انتظامات کی وجہ سے رعایا آسودہ حال تھی۔ ملک میں افلاس کا نشان باقی نہ رہا۔ الغرض یہ اسلامی فلاحی ریاست کا بہترین دور شمار کیا جاتا ہے، اور اس لیے انہیں عمر ثانی سے یاد کیا جاتا ہے۔

CC BY

@ 2024 by the author, this article is an open access article distributed Under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC-BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)

حوالہ جات

[1] ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی بن احمد، لسان العرب، بیروت: دار صادر، 1990ء، ج4، ص547

Ibn Manzūr, Muḥammad ibn Mūkarram ibn `Alī ibn Aḥmad, Lisān al-Ara'b, Beirut: Dār Ṣādar, 1990, Vol:4 , p 547.

[2] *Peter Bondarenko, Welfare State, Encyclopaedia Britannica,, retrieved 11-03-2019;* https://www.britannica.com/topic/welfare-state

[3] *Chuppra, Muhammad Umar, The Islamic Welfare State and its Role in Economy, U.K: The Islamic Foundation, p.36*

[4] *Ilyas Ahmad, The social Contract and the Islamic State, India: The Urdu publishing House, 1944.*

[5] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنّھایۃ، بیروت: دار ابن کثیر، 2007ء، ج3، ص487-488

Ibn Kaṯīr, Ismāʿīl ibn ʿUmar, Al-Bidāyah wa'an Nihāya, Beirut: Dār Ibna Ibn Kaṯīr , 2007, Vol:3, pp. 487-488

[6] ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، الریاض: دارالسلام، 1999ء، حدیث: 2738

Ibn Mājah, Muḥammad ibn Yazīd Al-Sūnan, Riyadh: Dār-al-Salām, 1999, Ḥadīth # 2738.

[7] زاہد الراشدی، ابو عمار، خلافت اسلامیہ اور پاکستان میں نفاذ شریعت کی جدوجہد، پاکستان: الشریعہ اکادمی، 2024ء، ص61

Zāhid alrāshdī, Abbu Amār , Khilāfat Islāmia aūr Pākistān mein Nifāz Shar'īat ki Jad-o-jehad, Pakistan: Alshar'ia Akādmī 2024, p.61

[8] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایہ والنہایہ، الدراسات العربیہ الاسلامیہ، ج9، ص192

Ibn Kaṯīr, Ismāʿīl ibn ʿUmar, Al-Bidāyah wa'an Nihāya, Aldirāsāt ul Alarbia Alislāmia, Vol:9, p. 192

[9] ابن جوزی عبد الرحمن، صفوۃ الصفوہ، قاہرہ: دار الحدیث، ج1، ص364

Ibn Jozī , Abdūl Rahmān, Ṣafwat al Ṣafewa, Qāhira, Dār Al-Hadith Vol:1, p. 364

[10] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج9، ص284

Ibn Kaṯīr, Ismāʿīl ibn ʿUmar, Al-Bidāyah wa'an Nihāya, Vol:9, p.284

[11] یعقوب بن جعفر، تاریخ الیعقوبی، کراچی: نفیس اکیڈمی، ج2، ص409

Ya'qūb bin ja'far, Tā'rīkh Ya'qūbī, Karachi: Nafīs Academy, Vol:2, p.409

12 عباس کراره، تاریخ حرمین شریف،(انصلاح بی)،لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ص47
Abbās Karāra, Tā'rīkh Harmeen Sharīf, Lāhore:Maktabāh Rahmāīa, p.47

13 ابن حجر، عسقلانی، فتح الباری، بیروت: دارالفکر، ج1، ص472
Ibn Ḥajar al-Asqalānī, Fath al Bārī, Beirut: Dār-āl-Ma'rifāh, Vol:1, p.472

14 الترمذی، محمد بن عیسی، السنن، الریاض: دارالسلام، 1999ء، حدیث نمبر:1329
Al-Tirmidhī, Muḥammad bin 'Īsah, Al-Sūnan, Riyadh: Dār-al-Salām, 1999, Ḥadīth #1329

15 ابن سعد، محمد بن سعد الزهری،، الطبقات الکبری، بیروت (لبنان): دار بیروت، 1957ء، ج3، ص 305
Muhammad bin Sa'd, Ibn Sa'd, Tabaqāt-al-Kūbra, Beirut (Libnon): Dār –Beirūt, 1957, Vol: 3, p.305

16 البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، الریاض: دارالسلام، 1999ء، حدیث نمبر:1408
Al-Bukhārī, Mūḥammad bin Ismā'ī, Al-Jāmi'al-Sahaīh, Riyadh:Dār-al-Salām, 1999, Ḥadīth #1408

17 ابن حجر، عسقلانی، االصابہ فی تمیز لصحابہ، بیروت: دارالکتب ج5، ص:80۔
Ibn Ḥajar al-Asqalānī, Al-Isabāh fi Tamīz Saḥābah ، Beirut: Dār Alkūtab, Vol:5, p. 80

18 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج5، ص254
Ibn Sa'd, Tabaqāt-al-Kūbra, Vol: 5, p.254

19 ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج9، ص207
Ibn Kaṯīr, Al-Bidāyah wa'an Nihāya, Vol:9, p. 207

20 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج5، ص280
Ibn Sa'd, Tabaqāt-al-Kūbra, Vol: 5, p.280

21 ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، بیروت (لبنان): دارالکتب العلمیہ، ص143
Abū Yūsuf, Y'aqūb ibn Ibrāhīm,, Kitāb-ul-Kharāj, Beirut (Libnon): Dār-āl-Kūtab Al lmīa, p.143

22 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج5، ص258
Ibn Sa'd, Tabaqāt-al-Kūbra, Vol: 5, p.258

23 الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، لاہور: نفیس اکیڈمی، ج4، ص136
Tabrī, Mūḥammad bin Jarīr, Tareekh-Alūmam wa al-Malūk, Lahore: Nafīs Academy, Vol: 4, p. 136

24 التوبۃ:60
Taūbah, 60

25 ابوداؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق، السنن، الریاض: دارالسلام، 1999ء ،حديث نمبر : 3343
Abū Dāwūd, Sulaymān bin al-Ash'ath bin Isḥāq , Al-Sūnan, Riyadh: Dār-al-Salām, 1999, Ḥadīth #3343

26 ندوی، عبدالسلام، سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، لاہور: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ص201
Nadvi, Abdūsalām, Seerat Ḥazrat Umar bin Abdāl'aziz, Lahore: National Book Foundation, p. 201

27 ابن عبدالحکیم، سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ، بیروت: دار لکتب العلمیہ، ص23
Ibn Abūl Hakīm, Seerat Ḥazrat Umar bin Abdāl'aziz, Beirut: Dār-āl-Kūtab Al'lmīa, p.23

28 ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج9، ص184
Ibn Kaṯīr, Al-Bidāyah wa'an Nihāya, Vol:9, p.184

29 طبری، تاریخ الامم والملوک، ج4، ص136
Tabrī, Tareekh-Alūmam wa al-Malūk, Vol: 4, p. 136

30 ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج5، ص64
Ibn Kaṯīr, Al-Bidāyah wa'an Nihāya, Vol:5, p.64

31 ابن جوزی، عبدالرحمنٰ، سیرت ومناقب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، لبنان: دارالکتب العلمعیہ، ص46
Ibn Jozī , Abdūl Rahmān, Seerat wa Manāqb Ḥazrat Umar bin Abdāl'aziz, Libnon: Dār-āl-Kūtab Al'lmīa, p.46

32 ندوی، عبدالسلام، سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، ص100
Nadvi, Abdūsalām, Seerat Ḥazrat Umar bin Abdāl'aziz, p.100

33 الانفال، 7
Al-Anfāl,7

34 مسلم بن الحجاج بن مسلم، الجامع الصحیح، الریاض: دارالسلام، 2000ء، حدیث نمبر: 363
Mūslim bin al-Ḥajjāj bin Mūslim, Al-Jāmi'al-Sahaīh, Riyadh: Dār-al-Salām, 2000, Ḥadīth #363

35 ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج5، ص16۔
Ibn Kaṯīr, Al-Bidāyah wa'an Nihāya, Vol:5, p.16

[36] ابن الجوزی، سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیزؒ، ص100

Ibn Jozī, Seerat wa Manāqb Ḥazrat Umar bin Abdāl ʿaziz, p.100

[37] تفصیلات کے ملاحظہ ہو کامران اعظم، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ، لاہور: اقبال لائبریری ،2012ء، ص

Kāmrān Azam, Ḥazrat Umar bin Abdāl ʿaziz, Lahore: Iqbāl Librarī, 2012, p.

[38] ابن الجوزی، عبد الرحمنٰ، سیرت ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیز، ص:127-128

Ibn Jozī, Seerat wa Manāqb Ḥazrat Umar bin Abdāl ʿaziz, p.127-128

[39] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج5، ص272

Ibn Saʿd, Tabaqāt-al-Kūbra, Vol: 5, p.272

[40] غزالی، ابو حامد بن محمد، احیاء العلوم الدین، دار الغدا الجدید، ج3، ص163

Al- Ghazāli,Abū Hāmid Muhammad ibn Muhammad, Ahya Al-Aloom al-Deen, Dār Alghdā aljadeed, Vol: 3. p.163

[41] ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، بیروت (لبنان): دار الکتب العلمیہ، ص143

Abū Yūsuf, Kitāb-ul-Kharāj, p.143

[42] ایضاً، ص142

Ibid, p.142